چوتھا حصہ

دور امیہ اور عباسی دور کی تلواریں، ہیلمٹ، ذرہ، عَلَم سب رکھے تھے۔ تیر کمان اور عدسے۔۔۔یہ مملوکی اور فارسی ہتھیار فن کاری کا اعلٰی نمونہ تھے۔ تیر کمان ترک فوج میں انیسویں صدی کے آخر تک استعمال ہوتے رہے۔ اس میں وہ تیر کمان بھی تھے جو خود سلطان بایزید ۲ نے بنائے تھے۔ان میں جنگی کلہاڑیاں، خنجر، نیزے، تلواریں، ذرہ بکتر، گھوڑوں کی ذرہ بکتر بھی موجود تھیں۔ ترک فوج سر سے پاؤں تک ذرہ نہیں پہنتی تھی کہ اس سے جنگجوؤں کی حرکت میں رکاوٹ پڑتی ہے۔فائر آرمز یعنی آتشیں اسلحہ جس میں رائفل، پستولیں سولہویں صدی سے اٹھارہویں صدی تک کی موجود تھیں۔اسلحے کا ارتقاء شعلہ دکھا کر چلانے سے گولیاں ڈالنے تک کا وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ان پستولوں اور رائفلوں پر کشیدہ کاری میں استنبول، کوہ قاف اور بلقی نقاشی تھی۔ تلوار کو روکنے والی ڈھالیں بھی موجود تھیں جو لکڑی سے بنائی جاتی تھیں مرکز میں دھات استعمال کی جاتی۔ان تمام ہتھیاروں اور ڈھال کے سامان میں سونے چاندی کی سجاوٹ، پھولوں کی کشیدہ کاری، جڑاؤ کا کام، قرآنی آیات یا سپاہی کا نام کنندہ کیا جاتا تھا۔ تلوار، رائفل، پستول کے لکڑی والے حصے کی ہڈی، ہاتھی دانت یا سونے سے جڑاؤ کے عمل سے یا ٹانک کر سجاوٹ کی جاتی۔

ایک وہ کمرہ تھا جہاں سلطان کو پیش کیے گئے تحفے موجود تھے جو تقریب تاج پوشی کی رسم میں دیے گئے تھے۔صائم کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں یہ تحفے دنیا کے چاروں اور سے آئے تھے۔ جیسا کہ کمان جس میں ہیرا اور زمرد جڑا تھا۔ ان میں بیلٹ، بازو کی پٹی اور سفاوید کے حکمران شاہ اسمٰعیل کا قیمتی ساغر

بھی تھا۔

پینڈ نٹس جو کہ فانوس پر لگائے جاتے تھے اور مسجد نبوی ﷺ کے لیے بنائے گئے تھے اور پلمز ۔۔۔ سونے پر ہیرے اور قیمتی پتھر۔۔۔ یاقوت، ہیرہ یازمرد۔۔۔ یا موتیوں کا جڑاؤ۔ انہیں پگڑیوں میں پرندے کے پر کے ساتھ لگایا جاتا۔ یہ شاہی خاندان کے لوگ پہنتے تھے۔ سونے اور شیشے سے بنے چراغ۔۔۔ ان میں وہ رائفلز، پستولیں اور تیر کمان بھی تھے جن پر قیمتی پتھر جڑے تھے۔ وہ تخت جو اخروٹ کی لکڑی سے بنا تھا جس پر سونے کے ٹکڑے اور یشب جڑے تھے۔ خوبصورتی کی ایک نادر مثال وہ تخت بھی تھا جو کہ سلطان احمد کا تھا اس پر سیپیوں کا جڑاؤ کیا گیا تھا۔ اس کے بنانے والے محمد آغا تھے۔ یہ بھی اخروٹ کی لکڑی سے بنا تھا اور اس پر کچھوے کے خول اور قیمتی پتھروں سے بھی سجاوٹ کی گئی تھی۔ وہ تخت بھی جو نادر شاہ نے بھیجا تھا جس پر مغلیہ طرز کی سجاوٹ تھی۔ اگرچہ یہاں زیادہ نوادرات سولہویں سے انیسویں صدی تک کے تھے مگر ان میں بازنطینی، سلجوقی اور مملوکی دور حکوت کے نوادرات بھی شامل تھے۔ تیمور کے پوتے الوگ بے کی صندل کی لکڑی کی الماری جو کشیدہ کاری کا اعلیٰ نمونہ تھی موجود تھی۔

وہاں ایک ہیرا تھا جسے سپون میکرز ڈائمنڈ کہا جاتا ہے۔ یہ ہیرا ایک مچھیرے کو کوڑے کے ڈھیر سے ملا تھا کسی نے اسے تین چمچیوں کے عوض خریدا۔ جب یہ ایک جوہری کی دکان پر پہنچا تو وہاں دو ملازموں میں لڑائی کے نتیجے میں اس کے مالک کو پتا چلا وہاں سے ثابت ہوا یہ ہیرا ہے پھر وزیر اور آخر میں بادشاہ کے کہنے پر محل لایا گیا۔ یہ چھیاسی کیرات کا ہیرا تھا جس کے گرد انچاس ہیرے مزید لگائے گئے۔ یہ ساری کہانی زبد واقعات میں محمد پاشا نے لکھی ہے جو شاہی لیکھک تھے۔ یہ دور سلطان محمد ۲ کا دور تھا۔

یہاں وہ ساغر بھی تھے جو پینے کے لیے اور گلاب کا عرق رکھنے کے لیے، استعمال ہوا کرتے تھے یہ ساغر خالص سونے کے تھے جن پر قیمتی پتھر جڑے تھے۔ یہ سولہویں سے اٹھارہویں صدی تک

کے تھے اور ایک ہیروں جڑی عصا جو مغلوں نے بھیجی تھی موجود تھی۔

ہس اودا (خاص یا انوکھا کمرہ) اندر کے احاطے میں بنایا گیا تھا۔یہ سلطان محمد کا دور تھا سولہویں صدی۔۔۔ تخت پر بیٹھنے سے پہلے وہ یہاں آکر نماز ادا کرتے تھے۔مقدس چیزوں کا کمرہ اس کے ساتھ ملحق تھا۔محمد ﷺ کی چادر جو مصر کی فتح کے بعد متوکل ۳ نے شاہ سلیم کو دی جو آخری عباسی خلیفہ تھا۔مدینہ میں وہابیوں کے حملوں کے باعث اور پہلی جنگ عظیم کے بعد حفاظت کی غرض سے آہستہ آہستہ مقدس نوادرات یہاں منتقل کیے گئے۔جن میں محمد ﷺ کے بال مبارک، دانت جو احد میں شہید ہوا تھا، پاؤں مبارک کا نقش، خطوط، کمان اور تلوار اس کے علاوہ یحیٰیؑ کا لوہے کا ہاتھ، داؤد علیہ سلام کی تختی جس پر کچھ کنندہ تھا جو پڑھا نہیں جا رہا تھا اور یوسفؑ کی پگڑی، زردی مائل سفید، سادی معطر اور پھر موسیٰؑ کا عصا جس کے سامنے وہ کتنی دیر منجمد رہے۔

وہاں خانہ کعبہ کے مختلف ادوار کے غلاف، دروازے اور چابیاں موجود تھے جنہیں دیکھتے ہوئے وہ قطار میں باہر نکلے تھے۔

رمضان کے مہینے میں تیرہ چودہ دن سلطان خود ان سب چیزوں کی عرق گلاب سے

صفائی کرتے تھے۔اگر وہ نہ ہوتے تو ان کا نائب یہ کام کرتا یہاں چوبیس گھنٹے تلاوت ہوتی رہتی۔ اب بھی جب وہ وہاں تھے مسلسل تلاوت ہو رہی تھی۔میوزیم بننے کے بعد بھی یہ عمل جاری تھا نکلتے وقت انہیں وہ قاری نظر آئے جو تلاوت کر رہے تھے۔

وہاں شاہی کپڑے جو ٹیکسٹائل آرٹ کا اعلیٰ نمونہ تھے وہ بھی موجود تھے۔اٹالین ریشم، سرخ اور سنہرے رنگ کے کفتان جن کے بازو چھوٹے کمر کے نیچے سے گھیر دار کالر کے بغیر تھے۔۔۔کچھ بٹن والے تھے اندر کے چوغے جسے انتاری کہتے تھے اور وہ کپڑا جس پر سونے چاندی کا کام ہوتا جسے پہن کر وہ عوام

میں آیا کرتے تھے۔ بورسا میں یہ ریشم تیار ہوتی اور سونا چاندی کی تاروں کا اضافہ خاص کارخانوں میں کیا جاتا۔ استنبول میں یہ کام سولہویں صدی میں شروع ہوا۔ کپڑے پر نقش و نگار کا کام خاص آرٹسٹ کرتے تھے جنہیں اہل حریف کہا جاتا۔

سلطان ۳ کے حکم سے اس بھاری کپڑے کو ہلکے میں بدل دیا گیا اور سادا کر دیا گیا۔ یہ بہت سی اقسام میں تھا مثلاً موٹا ریشم، ہلکا، صندل جو ریشم اور کپاس کا مرکب تھا اور سادا ریشم جو استنبول میں بنتا تھا۔ تعویضی قمیضیں جن پر قرآنی آیات لکھی تھیں اور ان کا ایمان تھا کہ یہ بیماری اور دشمن سے گولیوں سے حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ جن پر کعبہ کی جیو میٹرک اشکال ہوتیں سیاہ اور سرخ سیاہی سے بنائی جاتیں سیمیں یا سنہرے پس منظر پر۔ سلطان مراد نے یہ قمیض سلطان ۲ کے بیٹے کی تاج پوشی میں پہنی جو ۱۴۷۷ میں تیار ہونا شروع ہوئی اور ۱۴۸۰ میں مکمل ہوئی۔

"میری یہ دعا ہے کہ میرے ملک کا پرچم جہاں لہرائے وہ جگہ کبھی اذان کی آواز کے بغیر نہ ہو ۔۔۔میرے ملک کا پرچم بلند رہے۔۔۔ ہمیں پھر سے کبھی بے وطنی کا سامنا نہ ہو۔" وہ دھیرے سے بڑبڑائی۔

"ہم نے تمام عالم اسلام کو یکجا کیا۔۔۔ ہم پھر یکجا ہو جائیں۔۔۔"

"آمین۔" صائم خود بھی یہ سب دیکھتے ہوئے جذباتی ہو گیا تھا۔ وہ اس وقت حضرت فاطمہ کی پوشاک کے سامنے کھڑے تھے۔

"مگر ریشم کے لباس پر اس قدر دھیان دینے والے جنگ کے میدانوں میں ہار جایا کرتے ہیں۔ ایک وقت تھا جب ہماری زمین کے لوگوں کو انہی ریشم کے کپڑوں اور تحفوں سے روند دیا گیا چین کے بادشاہ نے یہی ریشم اور زیورات اور عورتیں تحفے میں بھیجیں۔۔۔ یہاں ان کو ان چیزوں کا عادی کیا اور یہ

مغلوب ہو گئے۔ آپ سلطنت عثمانیہ کے زوال کی نشانیاں۔۔۔ عظیم نشانیاں بھی یہاں دیکھ سکتے ہیں اور وہ یہیں ہیں۔"

پھر وہ وہاں بیٹھک جہاں بادشاہ اور اہم لوگوں کی ملاقاتیں ہوتیں اور محل کے دیگر کمرے دیکھتے رہے۔ وہاں اوپر کی منزل میں اس نے چبوترے سے نیچے جھانکا۔

"یہاں بہار میں سارا قطعہ ڈیزی کے پھولوں سے بھر جاتا ہے۔" ماریے اسے بتا رہی تھی۔

رات سونے سے پہلے اس نے ولید کو فون کیا تھا۔

"یہاں مجھے ایک لڑکی ملی ہے۔۔۔ ماریے۔۔۔"

"ماریے۔" اس کی نیند میں ڈوبی آواز آئی۔

"ہاں ماریے۔۔۔"



نور کو پتا نہیں چلا تھا مگر وہ اس کے لفظوں کی عادی ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اس سے گھنٹوں بات کر سکتی تھی کسی بھی موضوع پر۔ اور وہ اس کو گھنٹوں سن سکتا تھا اسے یہ احساس عجیب حالت سے دوچار کر رہا تھا۔

"ہاں تو میں کہہ رہی تھی جیراں مائی۔"

جو نے اس کا نام پیچھے دہرایا۔ "جیراں مائی۔"

"ہنہ ان کو جادو آتا تھا اور میں روز ان کے گھر دادا سے چھپ کر جایا کرتی تھی۔ ہمارے گھر کی نزدیک ہی ہے ان کی گھر ہے۔۔۔"

"اب بھی ہے۔"

"ہاں میں اب بھی جاتی ہوں مگر اب چھپ کر نہیں جاتی۔" وہ ہنسی۔

"آگے کیا کرنے کا ارادہ ہے تمہارا گریجویشن کے بعد۔" اس نے اس سے بے وجہ پوچھا تھا۔

"ایسٹرانامی۔۔۔اور تم؟ "

"ابھی سوچا نہیں ہے۔۔۔ مگر تمہاری دلچسپی اور قابلیت میتھ میں ہے۔"

"میتھ تو ہر فیلڈ میں لاگو ہوتا ہے۔۔۔ ہر فیلڈ میں موجود ہے۔" وہ خوش دلی سے بولی تھی۔

"ایسٹرانامی میں بھی۔۔۔ میتھ جادو ہے۔"

"تم جادو کو حقیقت مانتی ہو؟" جو نے عجیب لہجے میں کہا تھا۔

"تبھی تو مجھے پائی کی علامت اتنا فیسینیٹ کرتی ہے۔۔۔ کسی ان دیکھی دنیا میں دھکیل دیتی ہے۔۔۔ یہ جادوئی علامت ہے۔۔۔"

"پائی کا جادو سے کیا تعلق۔۔۔؟ "

"اس کے لامحدود ہندسے۔۔۔ اس کی حقیقت جادو نہیں لگتی تمہیں؟" وہ جواب میں کچھ نہیں بولا تھا۔

"کارل ساگن نے کہا ہے کہ اس میں خدا کا پیغام موجود ہے اور مجھے لگتا ہے اس میں پوری کائنات کا ڈیٹا موجود ہے قران کی طرح ہر چیز کا ذکر ہے۔ یہ ہندسہ بہت سی لوک کہانیوں میں بھی رہا ہے۔۔۔
اور جیراں مائی بھی پائی کی طرح پر سرار لگتی ہیں۔۔۔ میں ان کی مکمل باتیں سمجھ نہیں پاتی۔" وہ جو پر جوش سی بولتی چلی جا رہی تھی مدھم ہوئی تھی۔

"کیا کرتی ہیں جیراں مائی۔" جو نے آج کے لیے تیار اسائنمنٹ کو ایک طرف رکھتے ہوئے بات بدلی تھی۔

"کہنے کو تو وہ آیا ہیں اور گلی میں جھاڑو لگاتی ہیں مگر میں جانتی ہوں۔۔۔ محسوس کر سکتی ہوں وہ وہ

نہیں ہیں جو دکھائی دیتی ہیں۔"

"اٹس انسپائرنگ۔۔۔"

نور نے غور سے دیکھا کہ کہیں وہ اس کا مذاق تو نہیں اڑا رہا مگر ایسا کچھ نہیں تھا۔

وہ عجیب سی لڑکی اسے بھائی تھی۔ وہ ہر طرف سے سکون کشید کرنے کا عادی تھا، حسن سے، علم سے

۔

"جیراں مائی میرے دل کے بہت قریب ہے اور پائی بھی۔" اس کو اس پل وہ بہت قریب لگی تھی خود سے۔

"کیا تم پائی کے بارے میں جو کتاب تخلیق کر رہی ہو اس میں جیراں مائی کا بھی ذکر ہو گا۔" وہ ہنسا تھا

"ظاہر ہے۔" وہ سنجیدہ تھی۔



"کیسی لگ رہی تھی آج میں۔۔۔" وہ ماں کے پیچھے سے بانہیں ڈال کر لپٹ گئی تھی۔

"اتنی خوبصورت جیسے حوا کا کامل حسن۔"

اس نے پرس صوفے پر پھینکا۔

"آپ کو بوتیک میں بیٹھ کر تنگی تو نہیں ہوئی۔"

"میری بیٹی جب اتنا خوش ہو تو تنگی اور تکلیف چہ معنی۔"

"تو کون ہے وہ؟"

"وہ عجیب ہے۔۔۔ وہ خوبصورت ہے۔۔۔ اس کی روح کی فریکوینسی میری روح کی فریکوینسی سے میچ کرتی ہے۔"

"میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"کل وہ ہی مجھے لینے آئے گا۔۔۔ مگر میں اپنے بارے میں اس کے خیالات نہیں جانتی شاید وہ مجھے پہچان نہیں سکا اور میں نے اس دن۔۔۔ پہلے دن ہی اسے پہچان لیا تھا۔"

"تو۔۔۔"

"شاید وہ یونہی چلا جائے گا۔۔۔"



اس نے کتاب پر ایک لفظ کے گرد گول دائرہ بنایا تھا جب ولید نے پیچھے سے آکر اسے ڈرایا تھا۔

"ابھی بھی ڈر جاتی ہو بڑی نہیں ہوئی۔ یہ کیا لکھ رہی کتاب پر وہ بھی عطار کے پرندے پر۔۔۔ اوہو دادادادا۔"

"دفع ہو جاؤ۔۔۔ بیہودہ انسان۔ میں نے بے خیالی میں لکھا ہے۔"

"جھوٹی تم نے کچھ سوچ کر لکھا ہے۔۔۔ میں نے خود دیکھا۔"

"مت تنگ کرو دادا کو شکایت مت لگانا۔"

"بچپن سے ایک جملہ سن سن کر میرے کان پک گئے ہیں۔" ولید نے منہ بنایا وہ ہنسی تھی اور اس کے بھڑے ہوئے ہاتھ سے پگھلتی آئسکریم پکڑی۔ بچپن سے یہاں ان کا آئسکریم کا پروگرام چلتا تھا۔

"تم بدل رہی ہو؟"

"کیا بدلا ہے۔۔۔"

"پتا نہیں تم کچھ عجیب سا بیہیو کر رہی ہو۔"

"مثلاً؟"

"تم کالج صحیح طرح کنگھی کر کے جانے لگی ہو۔۔۔ صبح برش کرتی ہو اور اس دن تم نے میک اپ خریدا۔۔۔"

اس نے کتاب کھینچ کر ماری تھی۔

"یاد ہے اس دن قبرستان سے واپسی پر تم نے مجھ سے پوچھا تھا انسان کیوں جیے۔۔۔" وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"پھر ملا جواب۔۔۔"

ہاں۔۔۔ کل فیس بک پر کسی نے ایک قوٹیشن شیئر کی ہوئی تھی۔۔۔"

میری اولیور کی۔"

"اور وہ کیا تھی؟"

"میں جانتی ہوں تم ارادے سے اپنے ارادے سے اس دنیا میں نہیں آئے مگر تم اب یہاں ہو۔ تو تم آغاز کیوں نہیں کرتے۔۔۔ میرا مطلب ہے تم اس سے منسلک ہو اور یہاں بہت کچھ ہے جس کی تعریف کی جا سکتی ہے جس پر رویا جا سکتا ہے اور جس کے بارے میں موسیقی تخلیق ہو سکتی ہے اور نظمیں لکھی جا سکتی ہیں۔"

بولتے ہوئے اس کی نظر اس کے مہندی سے رنگے ہاتھ پر گئی شاید اس نے پہلی بار مہندی لگائی تھی ۔ آج کل وہ بہت سے ایسے کام کر رہی تی جو پہلی پہلی بار تھے۔ ولید کو لاشعوری خوف سا محسوس ہوا تھا اس پل۔

"مجھے لگتا ہے انسان کیوں جیے سے زیادہ یہ اہم ہے وہ کیسے جیے۔۔۔ نہیں؟"

"شاید۔"

"ہاں ۔۔۔انسان آزاد جیے، انسان اپنی خوشی کے کام کر کے جیے ، انسان محبت کر کے جیے۔۔۔کیوں کو رہنے دیتے ہیں اور شاید جیتے جیتے کیوں کا جواب بھی مل جائے۔"

"ہنہ۔"

اس نے انگلی اس گول دائرے کے اوپر پھیری۔۔۔لفظ تھا"عشق"۔

"تم جانتے ہو آئنسٹائن وہ شخص ہے جس نے اپنا دماغ سب سے زیادہ استعمال کیا۔"

"ہنہ اسی لیے اسکا دماغ چوری ہوا تھا۔"ولید پھر ٹریک سے اتر گیا تھا۔زیادہ دیر سنجیدہ رہنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

"اسے کم استعمال کرو گی تو چرائے جانے کا خطرہ نہیں ہو گا۔"اس نے مذاق اڑایا۔

"دفع ہو جاؤ نان سیریئس انسان۔"

"سٹیفن جے گولڈ نے بھی ایک بار کچھ کہا تھا۔"

"کیا؟"نور کو ہنسی آئی تھی۔

"میں اس میں کم دلچسپی رکھتا ہوں کہ آئنسٹائن کے دماغ کا وزن اور پیچیدگی کیا تھی بنسبت اس کے کہ بہت سے لوگ اس کے برابر ذہین تھے مگر وہ کپاس کے کھیتوں اور دکانوں میں کھپتے کھپتے مر گئے۔"

"جب تم ایسی باتیں کرتے ہو مجھے لگنے لگتا ہے تم ایک ذہین انسان ہو۔۔۔مگر۔۔۔"

"مگر؟"

"مگر تم یہ تاثر کچھ دیر میں ہی برباد کر دیتے ہو۔"وہ کہتے ہوئے کھڑی ہوئی تھی۔

"یقین کرو میں متاثر ہوئی ہوں۔"

"اچھا۔۔۔"

اس نے آئسکریم کا آخری حصہ جو پگھل کر اس کے ہاتھ پر آنے والا تھا اکٹھا منہ میں ڈالتے ہوئے لاپرواہی سے کہا تھا۔



پائی کیا واقعی اس میں ساری کائنات کا ڈیٹا موجود ہے۔

حروف مقطعات ۔۔۔ کتنے دلچسپ ہیں۔۔۔ جیسے کوڈ ورڈز یا پاسورڈز ہوں ۔۔۔ جنہیں ہم ابھی نہیں سمجھ سکتے۔۔۔

ابھی پچھلے دنوں میتھ ڈے پر اس کے ایک لاکھ اعداد لکھے گئے، لوگوں نے اس کے پیٹرنز پر نظمیں لکھیں۔۔۔

یہ بے ترتیب ہے مگر جیسا کہ اگر کسی بندر کو کی بورڈ پر بٹھا دو تو اس کی ٹائیپنگ میں کوئی لکھا لفظ تو سمجھ میں آئے گا اسی طرح کہیں کہیں پیٹرن نظر آتے یا سمجھ آتے ہیں مگر حتمی شکل نہیں ہے کوئی۔

پائی کے اعداد کو یاد کرنے کے مقابلے بھی ہوتے رہے ہیں اور۔۔۔ پائی ڈے بھی منایا جاتا ہے۔

"پائی مجھے ہر طرح کی پائی پسند ہے ایپل پائی مینگو پائی، بنانا پائی۔ سٹرابیری پائی۔۔۔ "ولید نے اس کی کتاب دیکھنے کے بعد پائی سے اپنی انسیت کا اظہار کیا تھا وہ لکھتے لکھتے یاد کر کے مسکرانے لگی تھی۔

"اعداد کا علم بھی جادو ہے۔" اس کے سامنے کمپیوٹر سکرین پر آسک ریڈٹ کھلا ہوا تھا۔

جہاں کسی نے سوال کیا تھا "ریڈٹ تم سب سے حیران کن جملہ بتاؤ۔"

نیچے کسی صارف کا جواب لکھا تھا۔۔۔ جو پائی کے بارے میں تھا۔

"پائی ایک لامحدود، بغیر دہرانے جانے والا اعشاریہ ہے۔ یعنی کہ ممکنہ طور پر ہندسوں کے جتنے بھی جوڑے وجود رکھتے ہیں وہ اس میں موجود ہیں۔ ہر چیز صفر اور ایک ہے جو انہیں لفظوں اور اعداد میں منتقل

کرتی ہے اور اس لا محدود اعداد کے دھاگے میں کہیں ہر اس شخص کا نام ہو گا جسے آپ کبھی محبت کریں گے یا کرتے تھے یا کرتے ہیں، تاریخ، وقت اور موت کا طریقہ اور اس کائنات کے ہر عظیم سوال کا جواب ہو گا اور اگر ان نمبروں سے نقاطی تصویر بنائیں تو عکس نمودار ہوں گے۔۔۔ پہلی چیز جو تم نے دنیا میں دیکھی یا آخری جو دیکھو گے اور تمام لمحے، اہم اور غیر اہم جو ان دو نقطوں کے درمیان پیش آئے۔ وہ تمام معلومات جو وجود رکھتی ہے یا جو رکھیں گی۔ اس کائنات میں موجود ہر جاندار کا ڈی این اے۔ ہر چیز موجود ہے محیط اور قطر زمین کے تناسب سے۔"

"ہر چیز صفر ہے اس میں گرہ لگ جائے تو لا محدود ہے۔۔۔ پائی ہے۔۔۔ تمہاری روح ہے۔"

وہ لکھتے ہوئے بڑبڑائی پھر سر اٹھایا۔ باہر عجب خوشنما منظر تھا وہ بے اختیار کتاب رکھ کر بالکونی میں چلی آئی تھی۔ ستاروں کی چھایا، خوشگوار خنکی یہاں سے لان میں رکھی کرسیاں نظر آرہی تھیں، درختوں کے سائے خاموشی کا گیت۔ اس نے گہری سانس لی۔

چرخ فلک کو دیکھ
اس چرخے کی میٹھی گھوک سن
جیسے سارنگی کوئی ہولے ہولے بجاتا ہے
دائرہ اک زمین کا
دائرہ اک گردش کا
اور طواف کا
خلیے کا
اور جوہر کا

منفی ذروں کی گردشوں کے دائرے

دائرے در دائرے

آپس میں مربوط اک دوجے میں سے نکلتے دائرے

پائی کے دھاگے سے جڑے دائرے

ایک جیسے

لامحدود

ان دائروں سے نقل و حمل ممکن

دائرے سفر کے دائرے

سیاروں کے اور ستاروں کے

استعاروں کے

اسے صرف اس سے محبت نہیں ہوئی تھی اس کی باتوں سے، اس کے سیاہ بالوں میں جو چند پیدائشی سفید بال تھے ان سے،

اس کی اس بک شیلف سے، اس کی گیمز سے، اس کے ٹرائیولو جیز پڑھنے سے۔۔۔ ہر چیز سے۔

بیس سال کی عمر میں وہ یہ طے کر چکی تھی کہ اگر اس نے کسی کے ساتھ ساری زندگی گزارنی ہے تو وہ وہی ہے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس کے متعلق کیا سوچتا ہے مگر وہ اسے اہمیت دیتا تھا سب میں اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔

اگلے دن اس کی سالگرہ تھی سب نے دادا صائم اور ولید نے صبح صبح اس کے کمرے سے نکلتے ہی اسے وش کیا تھا۔

اس کے کانوں میں جو سنہرے گٹار کے ائر رنگز تھے وہ ولید نے اسے دیے تھے اور صائم نے پینٹنگ اور دادا نے سونے کا بریسلیٹ۔

کالج میں بس صوفیہ کو پتا تھا مگر جب وہ کلاس میں داخل ہوئی سب نے اسے وش کیا تھا۔

"آج تم چھٹی کے وقت ہمیں ٹریٹ دے رہی ہو اس لیے دیر سے گھر جاؤ گی۔" عجب دھونس تھی اس کی۔ اسے ولید کو جا کر بتانا پڑا تھا کہ وہ کسی دوست کے ساتھ گھر آ جائے گی۔

پارٹی کے بعد اسے اور صوفیہ کو جو نے واپس چھوڑا تھا۔



"کتنا حیران کن ہے ہم اس عظیم کائنات۔۔۔اس عظیم وقت کا با شعور حصہ ہیں ہم کن کا لمحہ ہیں۔۔۔" نور نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا تھا اور ذرات کی مانند ہم اپنے نیوکلیس کی طرف کھینچتے ہیں۔۔۔"

""ہنہ۔۔۔وہ بھی یہی کہتی ہے۔۔۔

"کون؟ کیا کہتی ہے؟"

نور اس پل جہاں تھی اسے فوری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

"میں اس سے۔۔۔ابھی اس سے تیسری بار ہی ملا ہوں۔۔۔" اس کے لہجے میں عجیب سی سنجیدگی در آئی تھی۔

"وہ کہتی ہے میری اور اس کی روح کا پرانا رشتہ ہے۔ اسی لیے اس کا دل میری اور کھنچتا ہے۔ وہ کہتی ہے وہ طوائف کی زندگی نہیں گزارنا چاہتی۔۔۔"

"تم وہاں جاتے ہو۔۔" اس کے گلے میں کچھ اٹکا تھا۔

"ہاں۔۔۔"اس کی آنکھیں میں دھند اتری تھی۔

"کیوں۔۔۔میرا مطلب ہے۔۔۔"وہ یکدم گھبرا کر کھڑی ہوئی۔اسے سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"تم میرے لبوں پر نام سے بھی ڈر گئی وہ وہاں رہتی ہے، گھنگھرو پہن کر ناچتی ہے۔۔۔اور۔"

"کون ہے؟"وہ کہتے ہوئے دوبارہ بیٹھ گئی۔۔۔

"زرتاشہ۔"

"تم اسے وہاں سے نکالنا چاہتے ہو؟"آواز بھرا گئی تھی۔

"میں نہیں نکال سکتا۔۔۔"دونوں کے درمیان خاموشی کا وقفہ طویل ہوا تھا۔

"کیا تم اس سے ملنے چلو گی؟"

وہ کچھ دیر اس کو ایسے دیکھتی رہی جیسے شاید اس نے مذاق کیا ہو۔جب وہ ہنوز سنجیدہ رہا تو بمشکل بولی

"دادا اجازت نہیں دیں گے۔"

"ان کو مت بتانا۔"

"یہ میں نہیں کر سکتی۔۔۔"دل پر اچانک بوجھ آ گرا تھا۔میں چلتی ہوں شاید صوفی ڈھونڈ رہی ہو گی۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا چاہیے کسی دن مجھے تم کو یک جلا ہوا کمرہ بھی دکھانا ہے۔۔۔"

"مجھے ہی کیوں۔۔۔"آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

اس نے بھاری لہجے میں کہا تھا۔

"کیونکہ تم مجھے مجھ جیسی لگتی ہو۔۔۔"وہ سادگی سے بولا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے۔۔۔"پتا نہیں وہ یہ کیوں کہنا چاہتی تھی مگر نہیں کہہ سکی۔

"میں کوشش کروں گی کسی دن تمہارے ساتھ چلوں۔۔۔تم باقی دوستوں کے ساتھ پلین کر لو۔"

"یہ ٹھیک ہے۔۔۔"

"تمہیں برا لگا۔۔۔"

"ہاں۔۔۔مگر۔"

"مگر؟۔"

"تم نے اسے کم تر جانا اور اپنے مقابلے پر جانا۔" وہ بے رحمی سے بولا تھا۔

"تم جانتے ہو میں ایسا نہیں سوچ سکتی۔" وہ مسکرائی تھی۔اسے اس سے عشق ہوا تھا۔

"اس کائنات کا دائرہ سب کے لیے یکساں ہے ایک ستارے کے لیے بھی، زمین تلے رینگتے کیڑے کے لیے بھی، ایک درخت کے لیے بھی، عورت چاہے طوائف ہو یا ولیہ، مرد چاہے غلام ہو یا بادشاہ، بچہ چاہے فٹ پاتھ پر پڑا ہو یا پنگھوڑے میں سب کے لیے یکساں رحم اور جبر ہے اس کائنات کے دل میں سب کے لیے یکساں قوانین ہیں۔یہ ایک گرینڈ ڈیزائن ہے جو جہاں اور جیسے اور جس ساخت میں پیدا ہوا ہے کائنات اس کی نشو نما یکساں پیمانے پر کرتی ہے۔تم دیکھو پانی میں سانس لینے والے جانوروں کو پانی میں خوراک مہیا کی جائے گی ہوائی جانوروں کو ہوا میں اور زمینی جانوروں کو زمین پر۔تم دیندار ہو وہ تم سے صحیفوں کے ذریعے رابطہ کرے گی، تم موسیقی کے رسیا ہو وہ تمہیں موسیقی کے ذریعے راہ دکھائے گی۔وہ ہر جگہ ہے وہ ہر کہیں ہے اعداد میں، رنگوں میں صحیفوں میں لوگوں کی باتوں میں، جانوروں کے رویوں میں منظروں میں وہ تمہیں جینے کا گر سکھانے کی کوشش کرتی ہے۔اس کے سپرد یہ کام یقیناً خالق نے کیا ہے۔وہ سب کو موقع دیتا ہے پلٹ آنے کا۔" وہ دور دیکھتے ہوئے بولی۔

"جلے ہوئے کمرے کی کیا کہانی ہے؟" آواز شکستہ تھی۔

"ہمارے گھر کے قریب ایک گھر ہے۔۔۔کچھ سال پہلے وہاں آگ لگی تھی باورچی خانے میں سلنڈر پھٹ گیا تھا۔جو گھر والے بچے وہ لوگ اس گھر کو جوں کا توں چھوڑ کر چلے گئے۔میں بچپن میں اکثر جب ماں بابا کی لڑائی ہوتی تھی۔۔۔وہیں جا کر چھپتا تھا۔۔۔"وہ کچھ دیر کے لیے ٹھہر گیا تھا۔

"وہاں ایک کمرہ ہے۔۔۔اس میں صرف دھویں سے سیاہی اور تباہی پھیلی تھی۔"وہ اب رک رک کر بول رہا تھا۔

"ہر چیز جوں کی توں مگر بجھی ہوئی سیاہ۔۔۔"نور نے اس کی طرف دیکھا وہاں اس کے اور جو کے بیچ کسی سیمیں دریا کے پانی بہہ رہے تھے وہ بہت دور تھا اتنا کہ اس کی آواز بمشکل اس تک پہنچ رہی تھی۔

"تم کبھی کسی طوائف سے ملی ہو۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔

بچپن میں میں کھڑکی سے لگ کر ماتمی جلوس دیکھا کرتی تھی۔سب کہتے تھے ان میں اس علاقے کی عورتیں بھی آتی ہیں ماتم کرنے وہ الگ گروہ میں ہوتی تھیں۔۔۔خون اور پسینے کی بو جو مجھے وہاں اوپر والے کمرے کی کھڑکی میں کھڑے محسوس ہوتی تھی۔۔۔اور ذولجنا۔۔۔پنگھوڑا اور وہ عورتیں۔۔۔سب یاد ہیں۔۔۔اور روح افزا کی سبیلیں۔۔۔"وہ بولتے بولتے تھمی تھی۔

"میں چلتی ہوں۔۔۔"یکدم وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور وہ مسکرا دیا۔

"تم نے چند مہینوں میں مجھے پائی مین بنا دیا ہے۔"جو نے اس کی کتاب کی اور اشارہ کیا تھا۔نور مسکرائی اور ہاتھ میں پکڑی

کتاب کو بے خیالی میں بھینچا جو کو اس پل وہ بہت قریب لگی تھی خود سے۔



ولید نے پڑھتے پڑھتے سر اٹھایا تھا ڈھیر سارے پرندوں کا غول آسمان پر محو پرواز تھا جو اکٹھے اڑتے تھے سورج کی سرخ روشنی اور ان کے سائے اور ایک آواز۔۔۔"تم کہاں ہو نور۔۔۔ کہاں ہو۔۔۔"



گھر آتے سمے وہ اس کوٹھری نما گھر کے پاس سے گزری جس میں جیراں مائی کا بسیرا تھا۔

پھر کسی خیال کے تحت تھمی تھی دروازہ کھٹکھٹا کر اندر داخل ہوئی۔۔۔ دروازہ کھلا تھا۔ جیراں مائی کو اس نے ہوش سنبھالتے اس گلی میں، اس گھر میں رہتے دیکھا تھا۔ وہ بچوں کے سکول میں آیا تھی اور اکثر گلی میں جھاڑو بھی وہی لگاتی تھی۔۔۔ اکیلی رہتی تھی۔ گھر والوں کے بارے میں نور کو خبر نہیں تھی کہ کیا ہوئے مگر لوگ کہتے تھے ایک زلزلے میں وہ سارے مر گئے تھے۔

جس دن ان کے گھر سے ان کے ماں باپ کے جنازے اٹھے اس دن وہ بار بار آ کر انہیں سینے سے لگاتی تھی۔ سکول جاتے ہوئے اکثر حال پوچھتی تھی۔

بڑے ہونے تک نور اس کی اتنی عادی ہو چکی تھی کہ کسی دن صبح وہ جھاڑو لگاتی نظر نہ آتی تو سارا دن ایک ہلکا سا اضطراب رہتا جب تک کہ وہ اس کی خیریت دریافت نہ کر آتی۔ اس سے ملنے جلنے لگی تھوڑا شعور سنبھالا تو اسے احساس ہوا تھا کہ وہ ایک انوکھی عورت تھی۔

"کچھ دن سے باؤلی سی لگتی ہے تو۔۔۔"

جیراں مائی نے آٹا ٹین کے ڈبے سے پرات میں ڈالتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

"نہیں تو۔۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔ پھر خاموشی سے چارپائی پر بیٹھ گئی۔ مائی نے گھڑے سے پانی گلاس میں نکال کر اسے دیا تھا۔ وہ سر جھکائے سٹیل کے گلاس کے کنارے پر انگلیاں پھیرنے لگی تھی کیا کہنا تھا۔۔۔ یونیورسٹی سے سیدھا یہاں کیوں آئی تھی اسے خود پتا نہیں تھا۔

"کچھ پوچھنا ہے تجھے۔"

"ہاں۔۔۔" چہرا بلاوجہ سرخ ہوا تھا۔

"بول۔۔۔" اس نے آٹے میں پانی ڈالتے ہوئے رک کر کہا۔

"عشق کیا ہوتا ہے۔۔۔یہ کیوں ہوتا ہے؟"

مائی کی آنکھیں جل اٹھی تھیں۔نور نے خوفزدہ سا ہو کر اسے دیکھا۔

"امام جعفر صادق سے کسی نے یہ سوال کیا تھا۔نواسہ رسول امام جعفر صادق نے فرمایا۔۔۔" مائی نے انگلیاں چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہوئے کہا۔

"انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد سے سنا جنہوں نے اپنے والد اور جنہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے۔" انہوں نے کہتے ہوئے ایک بار پھر انگلیاں چوم کر آنکھوں پر لگائی تھیں۔

"کہ ہر انسان کے اندر اللہ کی کوئی نہ کوئی صفت موجود ہوتی ہے۔۔۔کوئی رحمدل ہوتا ہے، کوئی عادل ہوتا ہے، کوئی سخی ہوتا ہے، کوئی شجاع ہوتا ہے۔۔۔جب انسان اپنے اندر پائے جانے والے اوصاف کی خوشبو کسی دوسرے میں محسوس کرتا ہے تو اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔اس سے بات کرنا، اسے دیکھنا، اس سے ملنا اچھا لگنے لگتا ہے۔اسے یہ لگتا ہے یہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں دراصل وہ خود میں اس کو اور اس میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور ہر جگہ اس کی کمی کو محسوس کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ ہر لمحہ وہ اس سے راضی رہے پس کوئی رب سے عشق کرتا ہے کوئی مخلوق سے۔"

بولنے کے بعد انہوں نے تیز نظروں سے اس کو دیکھا تھا۔

"تو اس سے دور رہ۔"

"کس سے۔۔۔" آنکھوں میں نمی اتری تھی۔

"تیرے سر پر مجھے سیاہ غبار نظر آ رہا ہے۔" اس کے رونگٹے کھڑے ہوئے تھے۔

"اگر لگتا ہے تو دل کے عنقا کے پیچھے لگ

دل کی مسجد اقصٰی اور کوہ قاف کی طرف جا"

"آپ ساحرہ ہیں۔۔۔ دلوں کے بھید کیسے پتا چلتے ہیں؟" نور نے جھرجھری لیتے ہوئے پوچھا۔

"تجربہ بڑی چیز ہے۔۔۔ اس کے آگے سب ہیچ۔"

وہ کتنی دیر خاموش بیٹھی گھونٹ گھونٹ پانی پیتی رہی۔ جیراں مائی آٹا گوندھ کر اب سالن کی تیاری شروع کر چکی تھی۔ گاہے بگاہے کام کرتے ہوئے اس پر نظر ڈالتی مگر کہتی کچھ نہیں تھی کہ کچھ بھی کہنا بیکار تھا۔

"یاد ہے بچپن میں آپ مجھے جادو کر کے دکھایا کرتی تھی۔۔۔" اس نے افق پر کچھ ڈھونڈتے ہوئے انہیں مخاطب کیا تھا۔

"وہ پانی کا ہوا میں ٹھہر جانا اور اس بسکٹ کے ڈبے سے چڑیا کا نکلنا اچانک اور۔۔۔" جیراں مائی مسکرائیں۔

"یہ سحر۔۔۔ یہ جادو تو بس نظروں کا دھوکا ہے رانی۔ اصل جادو تو یہ ہے اس نے پانی کا گلاس اٹھا کر اس کے سامنے کیا، اصل جادو تو یہ ہے اب کی بار ان کے ہاتھ میں کیلا تھا، یہ پتھر یہ جادو ہے، شعلہ جادو ہے، پانی جادو ہے، ہوا جادو ہے۔۔۔ جنگل اور ہرن۔۔۔ تو جادو ہے میں جادو ہوں۔

میں نے اس جادو کے راز تک جانا تھا مگر میں۔۔۔

اور جادو کیا ہے۔۔۔ اپنے دماغ سے کسی کے دماغ پر اتنی توجہ مرکوز کر دینا کہ اس کا دماغ قابو میں آ

جائے پھر اس کو رسیاں سانپ دکھائی دیتی ہیں۔

سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ

لوگوں کی نگاہوں پر جادو کر دیا اور انہیں ڈرایا اور بڑا جادو لائے۔۔

قَالَ بَلْ أَلْقُوا ۖ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ

اس نے کہا بلکہ تمہیں ڈالو جبھی اُن کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے ان کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں.

یونہی محبت اور عشق کا سحر ہے۔۔۔

میں نے جگہ جگہ کی خاک چھانی ہے اور اب جب میں زندگی کے آخری ایام میں ہوں تو میں جانتی ہوں جادو کی حقیقت، محبت کی حقیقت۔۔۔سب فانی۔۔۔سب فنا ہے۔

یہ جسم اور روح ایسے جڑے ہیں جیسے آٹے میں بال۔ جادو سے لڑنے کے لیے جسم کا طاقتور ہونا ضروری ہے۔۔ غم سے لڑنے کے لیے بھی۔ اس لیے جادو سے بچنے کے لیے سات کھجوریں کھانے کا حکم ہے نبی پاک ﷺ کا۔" اس نے انگلیاں چوم کر آنکھوں لو لگاتے ہوئے کہا۔

"روحانی علاج میں بھی جسمانی صحت کی ضرورت ہوتی ہے اس سے دماغ کو طاقت ملتی ہے لڑنے کی ۔۔۔اسی وجہ سے جنازے والے گھر میں تلبینہ بنانے کا حکم ہے۔"

"تلبینہ کیا ہوتا ہے؟"

"جو کے آٹے اور کھجوروں سے بنتا ہے۔۔۔" وہ بتا کر پھر سے ماضی میں کھو گئی تھیں۔

"میں جادوگروں کے درمیان پیدا ہوئی۔۔۔میری ماں جادو کرتی تھی۔ میں جادو کی شاہد ہوں مگر میں نے اپنی روح اپنی ماں کی طرح سیاہ نہیں ہونے دی میری روح سبز ہے۔ میں جادو گرنیوں کے نجس رہنے

سے خوف کھانے لگی تو میرے پاس ایک ہی راستہ تھا میں فرار ہو جاؤں۔ وہاں مجھے شمس ملا اس نے مجھے اس دلدل سے نکال لیا۔ ہم چھوٹی چھوٹی نوکریاں کرتے اور مختلف شہروں میں رہتے۔ میرے دو بچے ہوئے سب ٹھیک تھا مجھے گویا دونوں جہان کی دولت مل گئی تھی مگر۔۔۔ ایک رات زلزلہ آیا۔۔"

اس سے آگے وہ کچھ دیر نہیں بولی تھی۔

"میں پھرتی رہی۔۔۔ دربدر بھٹکتی ہوئی آخر اس شہر میں آ نکلی۔ اس گلی میں مجھے قرار آ گیا یہ کوٹھری ہمیشہ کے لیے میرا گھر بن گئی۔ میں نے اپنی ساری زندگی مرنے والے شوہر کے نام کر دی۔۔۔ مجھے اس سے عشق تھا۔"

وہ کچھ دیر تک بالکل خاموش بیٹھی رہی جیراں مائی اب سالن کے لیے کاٹے پیاز اب تیل میں سرخ کر رہی تھی۔ پھر وہ اٹھی اور ان کے پسینے سے بھیگے وجود کے ساتھ لگ گئی۔



اور اس پل نور کو الہام ہوا تھا وہ عام نہیں تھی اس میں کچھ خاص تھا اس نے خود کو عطار کا پرندہ محسوس کیا تھا۔ اسے سامنے بیٹھے شخص سے پتا نہیں کیوں خوف محسوس ہوا تھا۔۔۔

"جب آپ کو کوئی پہلی بار اچھا لگتا ہے وہ انوکھا تجربہ ہوتا ہے۔۔۔

وہ ایسی ہی تھی موتی جیسی وہ اسے اپنی پہلی محبت کا قصہ سنا رہا تھا۔ تب میں صرف پندرہ سال کا تھا۔"

"اب کہاں ہے وہ۔۔۔ وہیں پر اب اس طرح سے اچھی نہیں لگتی۔"

"اور زرتاشہ۔۔۔" اسے پوچھتے ہوئے اپنا آپ چغد لگا تھا۔ وہ تو میرے لیے کیس سٹڈی ہے۔۔۔"

"میں اب چلوں دیر ہو رہی ہے۔"

اس نے وہاں سے چلتے ہوئے اعتماد سے قدم اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ اعتماد سے نہیں اٹھ رہے

تھے۔

"مجھے کیوں لگتا ہے۔۔۔"اس کی آواز پر اس کے قدم تھمے تھے۔

"کیا؟"اس نے مڑے بغیر پوچھا تھا۔

"یہی کہ تمہیں مجھ سے محبت ہو گئی ہے۔۔۔"وہ ساکت ہوئی تھی پھر مڑے بغیر آگے بڑھ گئی۔

وہ واپس آئی تو صائم نے اسے کافی بنانے کا کہا تھا۔

"دو منٹ میں آئی۔"وہ کہتے ہوئے شاور لینے گھس گئی تھی۔کافی بنا کر لیکر گئی تو وہ پینٹنگ کرنے میں مصروف تھے۔

کافی انہوں نے رنگوں سے سرخ ہوتے ہاتھوں سے پکڑی۔

"بیٹھو۔"

وہ جب بھی ایسے بلاتے تھے کوئی بات کرنا ہوتی تھی۔وہ غیر آرام دہ حالت میں کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

"کوئی بات ہے۔"دل گھبرایا تھا۔

"میں ابھی کچھ دن پہلے یونیورسٹی آیا تھا ولید سے کچھ کام تھا مجھے۔"انہوں نے بغیر کسی تمہید کے کہا تھا۔

وہ ٹھٹھکی تھی۔

"تمہیں بھی دیکھا تھا۔۔۔تم کسی کے ساتھ تھی۔۔۔اور کافی دیر۔۔۔ساتھ تھی

۔"پہلے جیراں مائی کی کلاس اور اب صائم بھیا۔"اس نے منہ بنا کر سوچا۔

"جی کلاس فیلو ہے۔۔۔میرے ساتھ سب موجود ہوتے ہیں۔"نہ چاہتے ہوئے بھی آواز میں

لرزش آئی تھی۔اندر ہی اندر روہانسی ہوئی تھی۔

"اگر کبھی کوئی بھی بات ہو جو تم مجھ سے کرنا چاہو کر سکتی ہو۔۔۔"اف یہ سنجیدگی۔۔۔

"کاش میں غائب ہو سکتی۔"اس نے گہرا سانس لیا۔۔۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ہو بھی تو میں دادا سے تمہارے لیے بات کر سکتا ہوں۔"

اسے اپنے دل کی دھڑکن کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔

"پر ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔اور جب ہوئی میں آپ کو بتا دوں گی۔آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔"اس نے حتی الامکان نارمل لہجے میں کہا تھا۔

وہ اٹھ کر اس کی پینٹنگ تک آئی۔"یہ بہت خوبصورت ہے۔"

اس نے آسمان کے نیلے سٹروکس پر دھیرے سے ہاتھ پھیرا۔رنگوں سے اٹھتی خوشبو اسے محسور کرتی تھی۔صائم دھیمے سے مسکرایا۔

"جب میں پینٹنگ مکمل کر کے برش دھوتا ہوں تو جو ایکیسٹک فیلنگ ہوتی ہے اس کا کوئی مول نہیں۔"

"مجھے اب تک یاد ہے آپ نے اپنی الماری کے سائیڈ پر کتنا عرصہ سنجے دت کا پوسٹر لگائے رکھا تھا۔"اس نے بات کا رخ موڑا تھا۔

وہ ہنس دیا۔۔۔"وہ نوعمری کے دن تھے۔"

"اور سمیرا۔۔۔"اس نے ہنستے ہوئے ایک پرانا ذکر چھیڑا۔

"ہاں۔۔۔وہ تو۔"نور نے دائیں بائیں سر ہلایا۔

"اور پھر اس نے جب انکار کیا تو مجھے لگا میں خوش نہیں رہ سکوں گا کبھی مگر دیکھو ایسا نہیں ہوتا زندگی رواں رہتی ہے۔۔۔"وہ کچھ بولی نہیں تھی۔

"تو کیا آپ بھی عطار کے پرندے ہیں۔۔۔"

وہ ہنسا تھا۔"تھا مگر میں وادی عشق سے لوٹ آیا ہوں۔۔۔"

اور میں نے یہ چاہ کی

کہ ہم دونوں تتلیاں ہوتے

اور گرما کے تین دن جیتے

تمہارے ساتھ وہ تین دن

مجھے اس سے زیادہ خوشی دیتے

جو پچاس سال جینے میں ہوتی

نور کو ایک چڑ مڑ کاغذ یاد آیا۔۔۔جس پر کیٹس کی نظم لکھی تھی۔۔۔صائم نے لکھی تھی سمیرا کے لیے۔

وہ کافی کا کپ پکڑے جا کر کرسی پر پاؤں سمیٹ کر بیٹھ گئی۔اور صائم کو پینٹنگ کرتے دیکھنے لگی۔

اس کے خوابوں میں سفید پھول تھے ان کی سگند میں پھدکتے ننھے ننھے خرگوش اور خوبصورت سفید بھیڑیوں کا ایک جھنڈ اور نیلی آنکھوں والا ایلفا، ایک سرمئی گھوڑے کی ٹاپ جس کی پیشانی پر سفید چاند تھا، کہیں دور بہتے جھرنے کا احساس، آسمان تک بلند ہوتی ذرہ اور تلوار کے چلنے کی دھندلی سیمیں جھلک، ایک سیاہ فام ایتھلیٹ جس کے قدموں میں برق تھی۔اسے روٹی کے جلے کنارے کھانا اچھا لگتا تھا، کارپٹ کے پرنٹ میں شکلیں ڈھونڈنا، اور یو کھانا۔وہ اداس ہوتی تو بھی نارمل ہی لگتی تھی کیونکہ وہ ہمیشہ

اداس رہتی تھی۔ گلیوں میں بے مقصد چلنا۔۔۔ چلتے چلتے اور اتنا تھک جانا کہ واپس بمشکل پہنچنا اس کی ویک اینڈ کی تفریح تھی۔

یہ اس کائناتی برس کے آخری مہینے کا آخری دن ہے، آخری دن کا آخری گھنٹہ اور آخری گھنٹے کا آخری سیکنڈ۔۔۔ اور اگلے کائناتی برس کو انسان خوش آمدید کہے گا یا نہیں یہ ہم نہیں جانتے۔ یہ اس کائناتی برس کا آخری مہینہ، آخری گھنٹہ، آخری منٹ اور آخری سیکنڈ ہے جب بہت سے ممالک کو ان کی زمین میں قدرتی زخائر کی فراوانی کی وجہ سے خانہ جنگی میں رکھا جا رہا ہے، سلیمانی تخت کے خواب دیکھتی کچھ آنکھیں ہیں، کچھ فقط ایک خطے کو بس میں کرنا چاہتی ہیں، کچھ کسی ایک فرقے کو، کوئی ایک انسان کے دل کو۔۔۔ جب آلودگی سے زمین اور سورج کے درمیان حائل پردہ چاک ہو رہا ہے۔۔۔ شہد کی مکھیاں اور جگنو ختم ہو رہے ہیں، ریچھ، شیر اور بھیڑیوں کے وجود پر ہمیشگی کی موت کے سائے منڈلا رہے ہیں، کوئی کہتا ہے خدا نہیں ہے، کوئی کہتا ہے، ہے پر لاتعلق ہے، کوئی کہتا ہے لاتعلق نہیں ہے تب جب جانوروں کے ذریعے اکثر قدرت انسان کو محبت کا درس دیتی نظر آتی ہے۔۔۔ ایک بڑے ابدی پیانو پر پرندہ بیٹھا ہے، وہ اس پر سبک رفتاری سے اپنے پنجوں کے بل چلتا ہے اور تب زندگی اور موت کا مدھم مدھم سُر پیدا ہوتا ہے۔۔۔ اُس وقت جبکہ کائناتی گھڑی وقت بتاتی ہے کہ یہ کائناتی برس کا آخری مہینہ، آخری گھنٹہ، آخری منٹ، آخری سیکنڈ ہے کشمیر کے شہر میرپور میں ایک قدیم گلی ہے جس کی نکر میں بنے گھر میں نور موجود ہے۔ اس وقت وہ اپنے پاؤں سمیٹے کرسی پر بیٹھی ہے اس کو وہاں بیٹھے گھر کا وسیع لان نظر آتا ہے جس میں ہر قسم کی کھمبی اگی ہوئی ہے جادوئی سفید رنگ چھتری نما، چمنی نما، گلابی دہکتی ہوئی، گیند نما، سینگ نما، صدف نما، کھر جیس دکھتی، مرجان جیسی، شہد کی مکھیوں کے چھتے جیسی۔ وہ گھر کا حصہ نہیں کسی ماورائی دنیا کا خطہ محسوس ہوتا ہے وہ اکثر وہاں ایلیس کو چلتے پھرتے اور بونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے محسوس کرتی ہے۔ وہ اتنا ہی

خوبصورت لان ہے۔۔۔اتنا ہی جادوئی کہ کوئی بھی سحر زدہ ہو جائے اور اس نے اکثر سوچا ہے کہ شاید واقعی وہاں کوئی سوراخ ہو جو نیچے پاتال میں جاتا ہو جہاں ایک طلسماتی دنیا آباد ہو۔ جہاں وہ سبز سنڈی ہو جو مشروم پر رینگتی ہو، ایک بلی ہو جو کہتی ہو یہاں سب بہکے ہوئے ہیں، جہاں وقت کو قتل کر دینے کے جرم میں کسی کے پل رک چکے ہیں۔۔۔

It is always teatime۔" یہاں ہمیشہ چائے کا وقت ہے۔"

جہاں میڈ ہیٹر کے بقول ہر اچھا آدمی تھوڑا بہکا ہوا ہوتا ہے۔ ہاں اگر اسے وہ سوراخ نظر آجاتا تو وہ ضرور اس پاتال میں جا اترتی وہ جادوئی مشرومز کھا کر مگر اس طلسماتی دنیا کے کردار تو اکثر اس نے باہر زمین پر بھی چلتے پھرتے دیکھے تھے۔۔۔

اور اس وقت وہ یہ نہیں سوچ رہی تھی وہ ایک شدید نوعیت کے مسئلے میں الجھی ہے اور اس لان کو تکتی ہے جسے یہ روپ اس کے کزن صائم نے دیا ہے۔

"کل سات ارب لوگوں میں سے اگر کوئی ایک آپ کو غیر اہم سمجھتا ہے تو کیا اس سے فرق پڑنا چاہیے؟"

ماتھے پر سلوٹیں نہیں تھیں مگر آنکھوں میں اس پل ویرانی اتر آئی تھی، بالوں کا اونچا جوڑا ڈھیلی قمیض شلوار پہنے وہ جوگرز سمیت کرسی پر بیٹھی تھی۔ صائم کو وہ یکدم بدلی ہوئی سی لگی جیسے ابھی کچھ پل پہلے جو نور اس کے سامنے کھڑی تھی یہ تو وہ نور نہیں تھی۔

"کون ہے جو تمہیں غیر اہم سمجھتا ہے۔"

"ایسے ہی پوچھ رہی ہوں۔۔۔" وہ ہڑبڑا کر بولی لہجے میں تھکن کے آثار اچانک پیدا ہوئے تھے۔

"دنیا کے چھ ارب ننانوے کروڑ ننانوے لاکھ ننانوے ہزار ننانوے سو ننانوے لوگ بھی اگر آپ

کو غیر اہم سمجھیں تو آپ کو فرق نہیں پڑنا چاہیے۔۔۔"

وہ کینوس پر سٹروک لگاتے ہوئے بولا۔ کمرے میں چکراتی کسی قدیم زمانے کی خوشبو ہلکے ہلکے بجتے ابدی پیانو کے ساتھ محو رقص تھی۔

جواب میں اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھوٹی تھی۔

کوئی اتنا مضبوط نہیں ہوتا۔""

"مگر ہونا چاہیے۔"

جو وہ پوچھنا بھول گئی وہ یہ تھا کہ اگر دنیا کے چھ ارب نناوے کروڑ نناوے لاکھ نناوے ہزار نناوے سو نناوے لوگ آپ کو اہم سمجھتے ہوں آپ کو تعریف کے قابل سمجھتے ہوں مگر۔۔۔



جاری ہے

اس ناول پر اپنی رائے کامنٹ باکس میں دیں